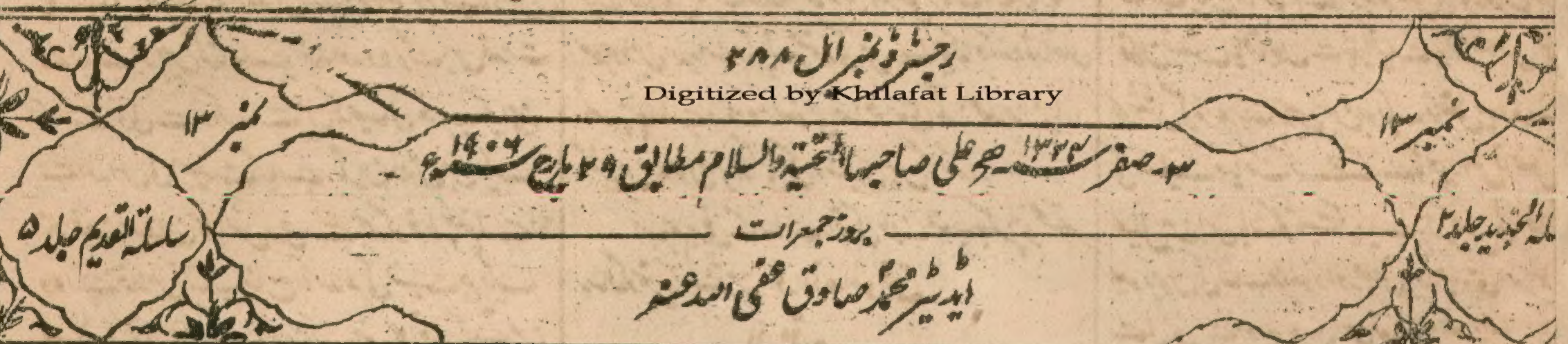




رجسٹرڈ نمبر ال ۲۸۸
Digitized by Khilafat Library

۳۰ صفر ۱۳۲۲ - صحیح علی صاحبہا تختہ السلام مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۰۴ء

بہار جمعرات
ایڈیٹر محمد صادق عفی اللہ عنہ



چہ گویم تا تو گرائی چہا در قادیان بینی | دو ابینی شغابی غرض دار الامان بینی | ای جہاں منتظر خوش باش کا مدتال | آں سیح ویدیا فرمندی آخر خناس

خدا کی تازہ وحی

۲۲ - مارچ ۱۹۰۴ء - مقام ممبئی میں ازراہ تحقیق
بدو راتش رسولان نازک وند
۲۳ - مارچ ۱۹۰۴ء - در فیقوں کو کہیں کی عجائب و معجزات کا نام
و کھلانے کا وقت آگیا ہے۔
۲۴ - قال ربک انزل من السماء مایا وضیاک
یہ کہ تیرے رب نے کہ تحقیق وہ آسمان سے وہ چیز اتارنے
لاہ جو تجھے خوش کرے گی
۲۵ - مارچ ۱۹۰۴ء - فرمایا آج زلزلہ کی وقت کے لئے توجہ کی
ی تھی کہ کب آویگا۔ اسی توجہ کی حالت میں زلزلہ کی صدمت
ہوں کے آگے آگئی اور یہ الہام ہوا۔
رب انخرو وقت هذا
نی ہے میرے خدا یہ زلزلہ جو نظر کے سامنے ہے
ی وقت کہہ بھیجے خال دے۔ قاعدہ نسخ کے مطابق
لذا کی جگہ ہفتہ چلے یہ تھا۔ مگر اس جگہ ہذا
و هذا العذاب ہے۔ کیوں کہ اصل غرض تو عذاب
ہے ورنہ زلزلے تو پہلے ہی آچکے ہیں۔ پھر بعد اس کے
آگے ہی یہ الہام ہوا۔

”رَبِّ مَسْطَطِي عَلَى النَّارِ“

یعنی اے میرے خدا مجھے آگ پر مسطط کر دے یعنی ایسا
کر کہ عذاب کی آگ میرے حکم میں ہو جاوے جس
کو میں عذاب دینا چاہوں وہ عذاب میں گرفتار ہو
اور جس کو میں چھوڑنا چاہوں وہ عذاب سے محفوظ
رہے فقط۔

چشمہ سیحی

کے طیار ہونے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تھا کہ بعد چھپنے کے یہ اخباریں وچ ہو جائے چل کر
عیسائی پادریوں کے عام شرے مسلمانوں کو بچانے کے مدد
اس مضمون کی کثرت اشاعت ضروری ہو اور کتاب کی صورت
میں یہ مضمون بہت تیزی سے تیار ہو چکا ہے اور کتاب کی
یکدم لکھی اشاعت ہو بھی نہیں سکتی جیسی کہ اخبار کی ہو جاتی
ہے اور اخبار اکثر مخالفت و معاندی سے ہمکنار ہوتا ہے
اس واسطے ضروری سمجھا گیا کہ حضرت اجازت حاصل کر کے اس
مضمون کو اخبار میں برج کروا دیا جائے تاکہ یہ ضروری اور مفید
مضمون کو لوگوں کے گہرے چھاننے میں پورا اظہار مل سکے

اشعار حضرت شیخ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دوسرے پیشگوئی زلزلہ

دوستو جاگو کہ اب پھر زلزلہ آئے گا
وہ جو ماہ فروری میں تھے وہ کیا زلزلہ
آئندہ کے پانی سے یا روکھ کر اس کا علاج
کیوں آئیں تھے تھی کی کہ ہم کو گئی
کس نامانجھ کو کہ کس چھوڑا بغیر دیکھیں
کافر و فاجر اور ناسق میں سے ہیں
جس کو دیکھو و گمان میں ہی ہے کہ ہر گز
چھپنے میں میں کو رو دینا نہ کر سکیں
ہاتھ سے جالتے وال میں کی مہبت دیکھو
اس اب غیرت اس کی کہ نہیں دکھائی گئی
موت کی راہ لیگی اب تو وہ کچھ مدد
یاد رکھو کہ عالم ساقی بن ہے یا اویہ بن
پھر خدا قدرت کو اپنی جادو دکھائی دے گا
تم یقین سے سمجھو کہ وہ ایک بڑا ہی گھبراہٹ ہے
آسمان کے فاعل اور ایک بڑا ہی گھبراہٹ ہے
کے ملان میں سلاسل میں کھینچا گیا ہے
زلزلہ کی آواز سن کر کایں کس نیکو ہے
کون ایسا سقا اور خلاص لا نیکو ہے
مگر کون ایسا ہے تو سو سو عیب تیار نیکو ہے
سو کون ایسا ہے جو کس کس چھپا نیکو ہے
پھر کون ایسا ہے کہ کس کس کس کس ہے
ہر گز یافت نہ جائے نہ بھلائے کو ہے
ورنہ میں سے دوستو اک زلزلہ جانیو ہے
ایک عیب ہی میں کس کس جھٹکائیو ہے

ترجمے تمام مالک یورپ میں ہو چکے ہیں۔ انجیل کو اس کے اکثر مقامات سے ایسا توارہ ہو کہ بہت سی عبارتیں ملتی ہیں۔ اور جو انجیلوں میں بعض مثالیں موجود ہیں وہی مثالیں انہیں الفاظ کے ساتھ اس کتاب میں بھی موجود ہیں اگر ایک شخص ایسا جاہل ہو کہ گویا اندھا ہو وہ بھی اس کتاب کو دیکھ کر یقین کرے گا کہ انجیل ایسی ہی ہے۔ جو انجیلوں کی ہر بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ کتاب گوتم بدھ کی ہے اور اول سنسکرت میں تھی۔ اور پھر دوسری زبانوں میں ترجمہ ہوئے۔ چنانچہ بعض محقق انگریز بھی اس بات کے قائل ہیں مگر اس بات کے لئے سے انجیل کا کچھ باقی نہیں رہتا اور غور و خوض حضرت عیسیٰؑ اپنی تمام تعلیم میں جو ثابت ہیں کتاب موجود ہے جو چاہے دیکھ لے۔ مگر ہماری رائے تو یہ ہے۔ کہ خود حضرت عیسیٰؑ کی یہ انجیل ہے۔ جو ہندوستان کے سفر میں لکھی گئی۔ اور ہم نے بہت سے دلائل سے اس بات کو ثابت بھی کر دیا ہے۔ کہ وہ حقیقت حضرت عیسیٰؑ کی انجیل ہے۔ اور دوسری انجیلوں سے زیادہ پاک و صاف ہے۔ مگر وہ بعض محقق انگریز جو اس کتاب کو بدھ کی کتاب ٹھہرتے ہیں وہ اپنے پاؤں پر آپ تیراتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کو سارق قرار دیتے ہیں اب یہ بھی یاد رہے کہ پادریوں کی مذہبی کتابوں کا ذخیرہ ایک ایسا دی ذخیرہ ہے جو نہایت قابل شرم ہے۔ وہ لوگ صرف اپنی ہی شکل سے بعض کتابوں کو آسمانی ٹھہرتے ہیں اور بعض کو جعلی قرار دیتے ہیں چنانچہ ان کے نزدیک یہ چار انجیلیں اصلی ہیں اور باقی انجیل جو چھپنے کے قریب ہیں جعلی ہیں مگر محض گمان اور شک کے رو سے۔ نہ کسی مستحکم دلیل پر اس خیال کی بناء ہے۔ چونکہ موجودہ انجیلوں اور دوسری انجیلوں میں بہت تناقض ہے اس لئے اپنے گھر میں ہی یہ فیصلہ کر لیا ہے۔ اور محققین کی ہی رائے ہے کہ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ انجیلیں جعلی ہیں یا وہ جعلی ہیں۔ اس لئے شاہ ایدہ و قیصر کے تحت نشینی کی تقریب پر لندن کے پادریوں نے وہ تمام کتابیں جن کو یہ لوگ جعلی تصور کرتے ہیں۔ ان چار انجیلوں کے ساتھ ایک ہی جلد میں جلد کے مبارکبادی کے طور پر بطور نذر پیش کی ہیں اور اس مجموعہ کی ایک جلد ہمارے پاس بھی ہے جس کا مقام ہے کہ اگر وہ حقیقت وہ کتاب میں گندی اور جعلی اور ناپاک ہو تو تو پھر پاک اور ناپاک دونوں کو ایک جلد میں مجاہد کرنا کس قدر گناہ کی بات تھی بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ جعلی اہل ایمان سے نہ کسی کتاب کو جعلی کہہ سکتے ہیں اور نہ اصلی ٹھہر سکتے ہیں اپنی اپنی رائے میں اور سخت تعصب کی وجہ سے وہ انجیلین جو قرآن شریف کے مطابق ہیں ان کو یہ لوگ جعلی قرار دیتے ہیں چنانچہ ہر پاس کی انجیل جس میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پیش گوئی ہو وہ وہی وجہ سے جعلی قرار دی گئی ہے کہ اس میں کھلے کھلے طور پر حضرت عیسیٰؑ کی پیشگوئی موجود ہے۔ چنانچہ یہ سب صاحب نے اپنی تفسیر میں اس قصہ کو ہی لکھا ہے کہ ایک عیسائی راہب اسی انجیل کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا تھا۔ غرض یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیے کہ یہ لوگ جس کتاب کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ جعلی ہے یا جو کچھ حقیقت ہے۔ ایسی باتیں حضرت وصال سے ہوتی ہیں (۱) ایک یہ کہ وہ قصہ یاد کہ کتاب انجیل مرقس کے مخالف ہوتی ہے (۲) دوسری یہ کہ وہ قصہ یاد کہ کتاب قرآن شریف سے کسی قدر مطابق ہوتی ہے اور بعض شریعہ اور بدولت انسان ایسی کوشش کرتے ہیں کہ اول اصول فرسودہ کے طور پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ یہ جعلی کتابیں ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ قرآن میں ان کا قصہ درج ہے اور اس طرح پر نادان لوگوں کو دھوکہ دینا دلتی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس زمانہ کی نوشتوں کا جعلی یا اصلی ثابت کرنا جو خدا کی وحی کا اور کسی کا کام نہ تھا۔ پس خدا کی وحی کا جس کسی قصہ سے توارہ ہوا۔ وہ حتمی ہے۔ گو بعض نادان انسان اس کو جو کچھ قصہ قرار دیتے ہوں اور جس واقعہ کی خدا کی وحی نے تحریف کی وہ جو کچھ ہے۔ اگرچہ بعض انسان اس کو سچا قرار دیتے ہوں اور قرآن شریف کی نسبت یہ گمان کرنا کہ ان مشہور قصوں

قرآن میں نہایت کیلئے برکت کا اندازہ کرنا اور جو کچھ قرآن میں مذکور ہے دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ

یا انسانوں یا کتب یا انجیل سے بنایا گیا ہے نہایت قابل شرم حالت ہو گیا ممکن نہیں کہ خدا کی کتاب کسی گزشتہ مضمون سے توارہ ہو جائے۔ چنانچہ ہندوؤں کے وہ جو اس زمانہ میں مخفی تھے ان کی کئی سچائی قرآن شریف میں پائی جاتی ہیں پس کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی پڑھتا تھا۔ انجیل وغیرہ جو چاہے قرآن کے خلاف ثابت ہو۔ یہ عرب میں ان کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا اور عرب کے لوگ محض اُمّی تھے اور اگر اس ملک میں تھانویہ کے طور پر کوئی عیسائی بھی تھا وہ بھی اپنے مذہب کی کوئی وسیع واقفیت نہیں رکھتا تھا تو پھر الزام کہ گویا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرقہ کے طور پر ان کتابوں سے وہ مضمون لئے تھے ایک منہی خیال ہے۔ انحضرت محض اُمّی تھے۔ آپ عربی بھی نہیں پڑھ سکتے تھے چہ جائیکہ یونانی یا عبرانی یا یہاں۔ ثبوت پھر محققان کے ذمہ ہو کہ اس زمانہ کی کوئی پرائی کتاب پیش کریں جس سے مطالب اخذ کئے گئے اگر فرض محال کے طور پر قرآن شریف میں سرقہ کے ذریعہ سے کوئی مضمون ہوتا تو عرب کے عیسائی لوگ جو اسلام کے تحت دشمن تھے فی الفور شورش مچاتے کہ ہم سے سرقہ ایسا مضمون لکھا ہو۔

یاد رہے کہ دنیا میں صرف قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی طرف سے سچہ ہول کا دعویٰ پیش ہوا اور جسے زور سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ اس کی خبریں ابد اس کے قصے سب غیب گویا ہے اور آئندہ کی خبریں بھی تیاری تک اس میں درج ہیں اور وہ اپنی فصاحت بلاغت کے زور سے ہی مجرہ ہو جس عیسائیوں کے لئے اس وقت یہ بات نہایت سہل تھی کہ وہ بعض قصے نکال کر پیش کرتے کہ ان کتابوں سے قرآن شریف اور وحی کی جو اس صورت میں اسلام کا تمام کا وہاں درج ہو رہا تھا اگر وہ تو اس طرح کا دلائل عقل ہرگز قبول نہیں کر سکتی کہ اگرچہ عیسائیوں کی اس وجہ حقیقت ایسی کتابیں موجود تھیں جن کی نسبت گمان ہو سکتا تھا کہ ان کتابوں سے قرآن شریف سے قصے لئے میں خواہ وہ کتابیں اصلی تھیں یا فرضی تھیں تو عیسائی اس پروردہ کی سچے سچے پس بلاشبہ قرآن شریف کا بار اہم ہوتا وحی الہی سے ہے اور وہ وحی الہیہ ان نشان مجرہ تھا کہ اس کی نظیر کوئی شخص پیش نہ کر سکا اور پوچھنے کا مقام ہو کہ جو شخص دوسری کتابوں کو چاہے اور خود مضمون بناوے اور جانتا ہے کہ فلاں فلاں کتاب میں ہے یہ مضمون لکھ لے اور غیب کی باتیں نہیں اس کو کتب جرات اور حوصلہ ہو سکتا ہے کہ تمام جہان کو مقابلہ کے لئے بلاوے اور پھر کوئی ہی مقابلہ کرے اور کوئی اس کی پروردہ کی قادر ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ عیسائی قرآن شریف پر بہت ہی ناراض ہیں اور ناراض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف نے تمام پر دہاں عیسائی مذہب کی توڑ دی ہے۔ ایک انسان کا خدا بنا باطل کر کے دیکھا دیا عیسیٰؑ عقیدہ کو پاش پاش کر دیا اور انجیل کی وہ تعلیم جس پر عیسائیوں کو ناز تھا نہایت درجہ ناقص اور ٹکڑا ہوا بنا دیا۔ ثبوت یہ تھا کہ یہاں تو پھر عیسائیوں کو جس ضرورت نہایت کہ وہ سے ہونا چاہیے تھا۔ اس کو کچھ نہ تھا۔ کریں تھوڑا سا ہے جو شخص مسلمان ہو کر پر عیسائی بننا چاہے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے کوئی ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر اور پالنے ہو کر پھر یہ چاہے کہ اس کے پیٹ میں داخل ہو جائے۔ وہی لفظ بن جائے جو پہلے تھا۔ یہ عجیب ہے کہ عیسائیوں کو کس بات پر ناز ہے اگر ان کا خدا ہے تو وہ وہی ہے جو تھوڑا سا بدل کر گیا اور سری نگر جلد نمان یا کشمیر میں اس کی قبر ہو اور اگر اس کے معجزات ہیں تو وہ دوسرے نبیوں سے بڑھ کر نہیں ہیں بلکہ ایسا نبی کے معجزات اس سے

قرآن میں نہایت کیلئے برکت کا اندازہ کرنا اور جو کچھ قرآن میں مذکور ہے دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ قرآن شریف نے تو اپنی نسبت سچہ اور سچے مثل ہو گیا دعویٰ کر کے اپنی برکت اس طرح ثابت کر دی کہ بلند آواز سے کہہ لیا کہ اگر کوئی انسان الہی کلام سمجھتا ہے تو وہ جواب دے لیکن تمام مخالفت خاموش رہے۔ مگر انجیل کو تو اسی زمانہ میں یوں دیکھا کہ مسودہ قرار دیا تھا اور نہ انجیل نے دعویٰ کیا کہ انسان ایسی ہی نہیں بننے پر قادر نہیں ہیں مسودہ ہونے کے شکوک انجیل پر عاید ہو سکتے ہیں نہ قرآن شریف پر کہ وہ ترقی کا تو دعویٰ ہے کہ انسان ایسا قرآن نہ بننے پر قادر نہیں اور تمام مخالفین نے چپ رہ کر اس دعویٰ کا سچا ہونا ثابت کر دیا۔ صند

بہت زیادہ ہیں اور بموجب بیان یہودیوں کے اس سے کوئی معجزہ نہیں ہوا محض کمر اور قریب
 تھا کہ پیش گوئیوں کا یہ حال نہ ہو کہ کچھ جیٹا لکھی ہوئی کتابیں جو دیں کہ وہ اس کے موافق
 پہلی تخت بشت میں نصیب ہو گئے۔ کوئی باورسی صاحب جواب دین ہو کیا دنیا کی بادشاہت
 حضرت عیسیٰ کو دیں گی؟ پیش گوئی کے موافق نہیں گئی جس کے لئے ہتھیار بھی خریدے گئے تھے کوئی
 اس کے باورسی نامہ میں حضرت مسیح اپنے دعوے کے موافق آسمان سے اتر آئے ہیں کہتا
 ہیں اترنا کیا ان کو آسمان پر جانا ہی نصیب نہیں ہوا یہی دے جو آپ کے محقق علماء کی ہی ہو
 بلکہ وہ صلیب پر نیم مردہ ہو کر چلے اور پھر پوشیدہ طور پر بھاگ کر ہندوستان کی راہ سے کشمیر
 میں پہنچے اور وہیں فوت ہوئے۔ ڈوڈ

پھر تعلیم کا یہ حال ہے کہ قطع نظر اس کے اس پر چوری کا الزام لگایا گیا ہے انسانی قوت کی
 تمام شاخوں میں سے صرف ایک شاخ علم اور دگر پر انجیل کی تعلیم ضروری ہے اور باقی شاخوں کا خون
 کیا ہے حالانکہ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ انسان کو قدرت قادر نے عطا کیا ہے کوئی
 چیز اس میں سے بیکار نہیں ہے اور ہر ایک انسانی قوت اپنی اپنی جگہ پر عین مصالحت سے پیدا کی گئی ہے اور
 جیسے کسی وقت اور کسی محل پر علم اور دگر عمدہ اخلاق میں سے سمجھے جلتے ہیں ایسا ہی کسی وقت
 غیرت اور انتقام اور مجرم کو سزا دینا اخلاق خاصہ میں سے شمار کیا جاتا ہے نہ ہمیشہ دگر اور عقورین
 مصالحت سے اور نہ ہمیشہ سزا دینا انتقام مصالحت کے مطابق ہے یہی قرآنی تعلیم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 یٰٰہِیْ اٰوِیْسَۃ مَیْمَیْنَهٗ مِثْلَہَا فَمِنْ عَفٰی وَاَصْلَحْ فَاِجْرَہٗ عَلٰی اللّٰہِ یٰٰہِیْ بَدِیْ کِیْ جِزَارَ اِیْ
 قَسَبِہٖ مِّنْ قَدْرِہِیْ کِیْ گئی مگر جو کوئی عفو کرے اور اس عفو میں کوئی اصلاح مقصود نہ ہو تو اس کا اجر خدا کے پاس ہے
 یہ تو قرآن شریف کی تعلیم ہے مگر انجیل میں بغیر کسی شرط کے ہر ایک جگہ عفو اور دگر گنگ ترغیب دے گی جو
 اور انسانی دوسرے مصالح کو جو یہ تمام سلسلہ تملن کا چل رہا ہے پامال کر دیا ہے اور انسانی قوت کی
 درست کی تمام شاخوں میں سے صرف ایک شاخ کے بڑے پر زور دیا ہے اور باقی شاخوں کی حالت
 قطعاً ترک کر دی گئی ہے یہ تو یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انجیل کے
 درست کر لیں چل کے دیکھ کر اس پر بد دعا کی۔ اور دوسروں کو دھاکرنا سکھایا اور دوسروں کو یہ
 بھی حکم دیا کہ تم کسی کو اس حق مت کہو مگر خود اس قدر بد بانی میں پڑے کہ یہودی بزرگوں کو ملہ الحرام
 تک کہہ دیا اور ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں اور بڑے بڑے ان کے
 نام رکھے اخلاقی معلوم کا فرق ہو کہ پہلے آپ انلاق کر کے دیکھ لے پس کیا ایسی تعلیم ناقص ہے جس پر انہوں
 نے آپ بھی عمل نہ کیا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو سکتی ہے پاک اور کامل تعلیم تو ان شریف کی ہے جو انسانی

یہودیوں کے اس بیان کی خود حضرت مسیح کے قتل میں تائید پائی جاتی ہے کیونکہ حضرت مسیح انجیل میں فرماتے
 ہیں کہ اس زمانہ کے حرام کار مجھ سے نشان ملنے میں ان کو کوئی نشان نہیں دکھایا جاوے گا پس خدا سے کہ اگر
 حضرت عیسیٰ نے کوئی معجزہ یہودیوں کو دکھلایا ہوتا تو ضرور وہ یہودیوں کی اس درخواست کو قوت میں لے لیتے اور ان کو قوت دیتے

ڈوڈ جو لوگ مسلمان کہتا ہے حضرت عیسیٰ کو مسیح جم غفری آسمان پر پہنچاتے ہیں وہ قرآن شریف کو خلاف ایک
 نصیحت مبینہ پر بلاؤں قرآن شریف تو آیت فلما اوفیتہنّی من حضرت عیسیٰ کی موت ظاہر کرتا ہے اور آیت قل
 سبحان دہیٰ هل انت کا انبشار دیکھو اس انسان کا یہ جسم غفری آسمان پر جانا منع قرار دیا ہے پھر
 کسی جہالت سے کہ کلام الہی کے مضامین عقیدہ رکھتے ہیں۔ توئی کے یہ سننے کہ جس جسم غفری آسمان پر اٹھائے
 جانا اس سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی۔ اول تو کسی کتاب سنت میں توئی کے یہ معنی نہیں کہ جس جسم غفری
 آسمان پر اٹھا یا جانا پس اس کے جیکہ آیت فلما اوفیتہنّی قیامت کے متعلق ہے یعنی قیامت کو حضرت عیسیٰ اور ان
 کو یہ جواب دین کہ تو اس سے لازم آتا ہے کہ قیامت تو آجائے گی مگر حضرت عیسیٰ انیسویں کو اور مریضے پاؤی
 مع جسم غفری خدا کے سامنے پیش ہو جائیں گے قرآن شریف کی یہ تفسیر کہ یہودیوں سے بڑھ کر قدم جو منہ
 بد قرآن شریف نے بے فائدہ عفو اور دگر جائز نہیں رکھا کیونکہ اس سے انسانی اخلاق گھڑتے ہیں اور تفسیر اللہ
 نظام و جمہور ہوتا ہے۔ بلکہ اس عفو کی اجازت دے جس سے کوئی اصلاح ہو سکے۔ منہ

درخت کی ہر شاخ کی پرورش کرتی ہے اور قرآن شریف صرف ایک پہلو پر زور نہیں داتا بلکہ کبھی تو
 عفو اور دگر کا تعلیم دیتا ہے مگر اس شرط سے کہ عفو کرنا قرآن مصالحت ہو اور کبھی مناسب عمل
 اور وقت کو مجرم کو سزا دینے کے لئے فرماتا ہے پس درحقیقت قرآن شریف خدا تعالیٰ کے اس قانون
 قدرت کی تصویر ہے جو ہمیشہ ہماری نظر کے سامنے ہو یہ بات ثابت معقول ہے کہ خدا کا قول اور فعل دونوں
 مطابق ہوتے چاہئیں یعنی جس رنگ اور طرز پر دنیا میں خدا تعالیٰ کا فعل نظر آتا ہے ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ
 کی سچی کتاب اپنے فعل کے مطابق تعلیم کرے نہ کہ فعل سے کچھ اور ظاہر ہو اور قول سے کچھ اور ظاہر
 ہو۔ خدا تعالیٰ کے فعل میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیشہ نرمی اور دگر نہیں بلکہ وہ مجرموں کو طرح طرح کے عذابوں
 سے سزا دیتا ہے۔ ایسے عذابوں کا پہلی کتاب میں بھی ذکر ہے۔ ہمارا خدا صرف عظیم خدا نہیں بلکہ وہ
 حلیم بھی ہے اور اس کا قہر بھی عظیم ہے۔ سچی کتاب وہ کتاب ہے۔ جو اس کے قانون قدرت کے مطابق
 ہے اور سچا قول الہی وہ ہے۔ جو اس کے فعل کے مخالف نہیں ہم نے کبھی مشاہدہ نہیں کیا
 کہ خدا نے اپنی مخلوق کے ساتھ ہمیشہ علم اور دگر کا معاملہ کیا ہو اور کوئی عذاب نہ آیا ہو
 اب بھی ناپاک طبع لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ نے میرے ذریعے سے ایک عظیم الشان اور
 ہیبت ناک لڑکے کی خبر دے رکھی ہے جو ان کو ہلاک کر لے گا اور طاعون بھی ابھی دہشت
 ہوئی ہے اس سے نوح کی قوم کا کیا حال ہوا۔ لوط کی قوم کو کیا پیش آیا۔ سولیمان سے جو کہ
 شریعت کا حاصل تھو خلق باخلاق اللہ ہے۔ یعنی خدا سے عزوجل کے اخلاق اپنے
 اند حاصل کرنا یہی کامل نفس ہے۔ اگر ہم یہ چاہیں کہ خدا سے بھی بڑھ کر کوئی نیک خلق
 ہم میں پیدا ہو تو یہ بے ایمانی اور پلید رنگ کی گستاخی ہے اور خدا کے اخلاق پر ایک
 اعتراض ہے۔

اور پھر ایک اور بات پر بھی غور کرو کہ خدا کا قدیم سے قانون قدرت ہے کہ وہ توبہ
 اور استغفار سے گناہ معاف کرتا ہے اور نیک لوگوں کی شفاعت کے طور پر دعا بھی
 قبول کرتا ہے مگر ہم نے خدا کے قانون قدرت میں کبھی نہیں دیکھا کہ زید اپنے سر پر پتھر
 مارے اور اس سے بھرگی وہ دوسرے جاتی رہے پھر ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح کی خودکشی
 سے دوسروں کی اندرونی بیماری کا دور ہونا کس قانون پر مبنی ہے اور وہ کون سا فلسفہ
 ہے جس سے ہم معلوم کر سکیں کہ مسیح کا خون کسی دوسرے کی فائدہ دینی ناپاکی کو دور کر سکتا
 ہے۔ بلکہ مشاہدہ اس کے برخلاف گواہی دیتا ہے کیونکہ جب تک مسیح نے خودکشی کا ارادہ
 نہیں کیا تھا تب تک عیسائیوں میں نیک چلتی اور خدا پرستی کا مادہ تھا مگر سلیب کے بعد تو جیسے
 ایک بند لٹ کر ہر ایک طرف دیر کا پانی پھیل جاتا ہے یہی عیسائیوں کے نفسانی جوشوں
 کا حال ہو کچھ شک نہیں کہ اگر یہ خودکشی مسیح سے بالارادہ ظہور میں آئی تھی تو بت بجا
 کام کیا۔ اگر وہی زندگی و عطا و نصیحت میں صرف کرتا تو مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا۔ اس سچا
 حرکت سے دوسروں کو کیا فائدہ ہوا ان اگر مسیح خودکشی کے بعد زندہ ہو کر یہودیوں کے درجہ
 آسمان پر چڑھ جاتا تو اس سے یہودی ایمان بڑھتے۔ مگر اب تو یہودیوں اور تمام عقلمندوں
 کے نزدیک مسیح کا آسمان پر چڑھنا محض ایک سناہ اور گپ ہے۔

اور پھر کلیت کا عقیدہ ہی ایک عجیب عقیدہ ہے کہ کسی نے سنا ہے کہ مقتول طور پر دگر کامل
 طور پر قرن ہی ہوں اور ایک ہی ہو اور ایک ہی کامل خدا اور تین ہی کامل خدا ہو۔ عیسائی مذہب
 بھی عجیب مذہب ہے کہ ہر ایک بات میں غلطی اور ہر ایک امر میں لغزش ہے پھر باوجود ان
 تمام تاریکیوں کے آئندہ زمانہ کے لئے دھی اور الہام پر مرگ گئی ہے اور اب ان تمام
 انجیل کی غلطیوں کا فیصلہ حسب اعتقاد عیسائیوں کی دھی حد تک رو سے تو غیر ممکن ہے
 کیوں کہ ان کے عقیدہ کے موافق اب دھی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اب تمام مار
 حوت اپنی اپنی دے پر جو جو حالت امتدائی سے متبر انہیں۔ اور ان کی انجیل میں اس قدر
 یہودیوں کا مجموعہ ہیں جو ان کا شمار کرنا غیر ممکن ہے مثلاً ایک عاجز انسان کو خدا بنانا

خدا

اور دوسروں کے گناہوں کی سزا میں اس کے لئے صلیب تجویز کرنا اور تین دن تک اس کو دفن میں بھیجا۔ اور پھر ایک طرف خدا بنانا اور ایک طرف کمزوری اور دروغ گوئی کی عادت کو اس کی طرف منسوب کرنا چنانچہ انجیلوں میں بہت سے ایسے کلمات پائے جاتے ہیں جن سے نفوذِ بائبل حضرت مسیحؑ کا دروغ گو ہونا ثابت ہو سکتا ہے مثلاً وہ ایک چور کو دھو دیتے ہیں کہ آج بہشت میں تو میرے ساتھ وہ دھو کوئے گا اور ایک طرف خلافت وعدہ اسی دن وہ دور رخ میں چلے ہیں اور تین دن دفن میں ہی رہتے ہیں ایسا ہی انجیلوں میں یہی لکھا ہے کہ شیطان آزمائش کے لئے مسیح کو کئی جگہ لئے پھرا۔ یہ عجیب بات ہے کہ مسیح خدا بنکر ہی شیطان کی آزمائش سے بچ نہ سکا۔ اور شیطان کو خدا کی آزمائش کی جرأت ہو گئی یہ انجیل کا فلسفہ تمام دنیا سے نکالا ہے اگر حقیقت شیطان مسیح کے پاس آیا تھا تو مسیح کے لئے بڑا عمدہ موقع تھا کہ یہودیوں کو شیطان دکھلا دیتا کہ یہودی حضرت مسیحؑ کی نبوت کے سخت انکار کرتے تھے وجہ یہ کہ ملاکی نبی کی کتاب میں مسیحؑ کی یہ علامت لکھی تھی کہ اس سے پہلے ایسا نبی دوبارہ دنیا میں نہ آئے گا پس چونکہ ایسا نبی دوبارہ دنیا میں نہ آیا اس لئے یہودی اب تک حضرت عیسیٰؑ کو مصلیٰ اور مکار کہتے ہیں یہ یہودیوں کی ایسی حجت ہے کہ عیسائیوں کے پاس اس کو کوئی جواب نہیں۔ اور شیطان کا مسیح کے پاس آنا یہ بھی یہودیوں کے نزدیک مجتہد خیال ہے۔ اکثر جہانیں ایسی ایسی خوابیں دیکھا کرتے ہیں یہ مرض کابوس کی ایک قسم ہے اس جگہ ایک محقق انگریز نے یہ تاویل کی ہے کہ شیطان کے آنے سے مراد یہ ہے کہ مسیحؑ کو تین مرتبہ شیطان الہام ہوا تھا کہ مسیحؑ شیطان الہام سے متاثر نہیں ہوا ایک شیطان الہاموں میں سے یہ تھا کہ مسیحؑ کے دل میں شیطان کی طرف سے یہ والا گیا کہ وہ خدا کو چھوڑ دے اور محض شیطان کے تابع ہو جائے مگر تعجب کہ شیطان خدا کے پیش پر مستطع ہوا اور دنیا کی طرف اس کو رجوع دیا حالانکہ وہ خدا کا بٹیا کھانا ہے اور پھر خدا کے برخلاف وہ مرتا ہے کیا خدا ہی ماکر تھا ہے اور اگر محض انسان ماکر ہے تو پھر کیوں یہ دعویٰ ہے کہ بن اللہ انسانوں کے لئے جان دی۔ اور پھر وہ ابن اللہ کہلا کر قیامت کے وقت سے ہی بے خبر ہے جیسا کہ مسیحؑ کا اقرار انجیل میں موجود ہے کہ وہ باوجود ابن اللہ ہونے کے نہیں جانتا کہ قیامت کب آئیگی باوجود خدا کہلائے قیامت کے علم سے بے خبر ہونا کس قدر مبہودہ بات ہے بلکہ قیامت تو وہی ہے اس کو تو یہی خبر نہ تھی کہ جس وقت انجیل کی طرف چلا آئے کوئی پھل نہیں۔

اب ہم اصل اور کمال پر رجوع کر کے مختصر طور پر بیان کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا ایک وحی اگر کسی گذشتہ قصہ یا کتاب کے مطابق آجائے یا پوری مطابق نہ ہو یا فرض کر دے کہ وہ قصہ یا وہ کتاب لوگوں کی نظر میں ایک فرضی کتاب یا فرضی قصہ ہے تو اس سے خدا تعالیٰ کی وحی پر کوئی حکم نہیں ہو سکتا جن کتابوں کا نام عیسائی لوگ دیکھی کتابیں رکھتے یا آسمانی وحی کہتے ہیں یہ تمام اربابِ دین میں جن کا کوئی ثبوت نہیں اور کوئی کتاب ان کی شکوک و شبہات کھٹکتے خالی نہیں اور جن کتابوں کو جعلی اور فرضی کہتے ہیں ممکن ہو کہ وہ جعلی ہوں اور جن کتابوں کو وہ صحیح مانتے ہیں ممکن ہو کہ وہ جعلی ہوں خدا تعالیٰ کی کتاب ان کی مطابقت یا مخالفت کی محتاج نہیں ہے خدا تعالیٰ کی سچی کتاب کا یہ معیار نہیں ہو کہ ایسی کتابوں کی مطابقت یا مخالفت دیکھی جاوے عیسائیوں کا کسی کتاب کو جعلی کہنا ایسا امر نہیں ہے کہ جو جو پیش تحقیقات ثابت ہو چکا ہے اور نہ ان کا کسی کتاب کو صحیح کہنا کسی باغضابط ثبوت پر مبنی ہے۔ مری انگلیں اور خیالات ہیں۔ لہذا ان کے یہ مبہودہ خیالات خدا کی کتاب کے معیار نہیں ہو سکتے۔ بلکہ معیار یہ ہے کہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کتاب خدا کے قانونِ قدرت

اور قوی معجزات سے اپنا منجانب اللہ ہونا ثابت کرتی ہو یا نہیں۔ چنانچہ بندہ مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ہزار سے زیادہ معجزات ہوئے ہیں اور پیش گوئیں کا تو شمار نہیں کر سکتے ضرورت نہیں کہ ان گذشتہ معجزات کو پیش کریں بلکہ ایک عظیم الشان معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ تمام نبیوں کی وحی منقطع ہو گئی اور معجزات نابود ہو گئے اور ان کی امت خلیٰ بھی منقطع ہو کر صرف قصے ال لوگوں کے ہاتھ میں رہ گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی منقطع نہیں ہوئی اور نہ معجزات منقطع ہوئے بلکہ ہمیشہ بذریعہ کالین امت جو شرف امت سے مشرف میں نمودار ہیں اسے جس سے عرب اسلام ایک زندہ نہ رہے کہ اس کا خدا زندہ خدا ہے چنانچہ ہمیں یہی اس شہادت کے پیش کر سکتے ہیں کہ یہی بندہ حضرت عزت موجودہ اور ایک مسیح ہے پھر ہزار نشان تصدیق رسول اللہؐ اور کتاب اللہ کے بارہ میں ظاہر ہو چکے ہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک کمال سے قریب ہر روز میں مشرف ہوتا ہوں اب ہوشیار ہو جاؤ اور سوچ کر دیکھ لو کہ جن حالتیں دنیا میں ہزار مذہب خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں تو کیوں کر ثابت ہو کر وہ حقیقت منجانب اللہ ہیں آخر سچے مذہب نے کوئی توابہ الامت از چاہیے اور صرف معصومیت کا دعویٰ کسی مذہب منجانب اللہ ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ معقول باتیں انسان ہی بیان کر سکتا ہے اور جو خدا محض انسانی دلائل سے پیدا ہوتا ہے وہ خدا نہیں ہے بلکہ خدا وہ ہے جو اپنے نہیں تعوی نشانوں کے ساتھ آپ ظاہر کرتا ہے وہ مذہب محض خدا کی طرف سے ہے اس کو ثبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ منجانب اللہ ہونے کے نشان اور خدا کی طرف سے ساتھ رکھتا ہو تا معلوم ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے ہے سو یہ مذہب اسلام ہے وہ خدا جو پوشیدہ اور مثالِ زماناں ہوا ہے اسی مذہب کے ذریعہ سے اس پتہ لگتا ہے اور اسی مذہب حقیقی پر یوں پر وہ ظاہر ہوتا ہے جو حقیقت سچا مذہب ہے سچے مذہب پر خدا کا اہتمام ہوتا ہے اور خدا اس کو دیکھتا ہے کہ کتاب ہے کہ میں موجود ہوں جن مذاہب کی معنی نقصان پر بنا ہو رہی ہے پرستی سے کم نہیں ان مذاہب میں کوئی سچائی کی روح نہیں ہے اگر خدا اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے بتا دیا اگر وہ اب بھی بولتا اور سنتا ہے جیسا کہ پہلے تھا تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ وہ اس زمانہ میں ایسا چپ ہو جائے کہ گویا موجود نہیں اگر وہ اس زمانہ میں بولتا نہیں تو یقیناً وہ اب منتا بھی نہیں گویا اب کچھ بھی نہیں سوچتا وہی مذہب ہے کہ جو اس زمانہ میں ہی خدا کا سننا اور بولنا دونوں ثابت کر لے غرض سچے مذہب میں خدا تعالیٰ اپنی کمالِ مخاطبہ سے اپنے وجود کی آپ خبر دیتا ہے خدا شناسی ایک نہایت مشکل کام ہے دنیا کے حکیمین اور فلاسفوں کو یہ کام نہیں ہے جو خدا کا پتہ لگا دین کیوں کہ زمین و آسمان کو دیکھ کر صرف یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ اس ترکیبِ محکم اور اپنے کا کوئی صلح ہونا چاہیے مگر یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ فی الحقیقت وہ صلح موجود بھی ہے اور ہونا چاہیے اور ہے میں جو فرق پر وہ ظاہر ہے میں اس وجود کا واقعی طور پر پتہ دینے والا صرف قرآن شریف ہے جو صورتِ خدا شناسی کی تائید نہیں کرتا بلکہ آپ دکھلا دیتا ہے اور کوئی کتاب آسمان کے نیچے ایسی نہیں ہے کہ اس پوشیدہ وجود کا پتہ دے۔

مذہب سے عرض کیا ہے اس میں ہی کہ خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات کا لہر پھرنی طور پر ایمان حاصل ہو کر نفسانی جذبات سے انسان نجات پا جاوے اور خدا تعالیٰ سے ذاتی محبت پیدا ہو کیوں کہ درحقیقت وہی بہشت ہے جو عالم آخرت میں طرح طرح کے پرائیوں میں ظاہر ہوگا اور حقیقی خدا سے بے خبر رہنا اور اس سے دور رہنا اور سچی محبت اس سے نہ رکھنا درحقیقت یہی جہنم ہے جو عالم آخرت میں انواع و اقسام کے رنگوں میں ظاہر ہوگا اور اصل مقصود اس راہ میں یہ ہے کہ اس

خدا شناسی میں یہودی لوگ ایسا نہیں کر سکتے اور نہ ان کے لئے یہی ممکن ہے کہ وہ اپنے منتظر رہیں جیسے کہ کل جیسے ساوہ طبع یہودی حضرت عیسیٰؑ کے آسمان سے اترنے کے منتظر ہیں مگر حضرت عیسیٰؑ کو ملاکی نبی اس شکل کی تاویل کئی نبی دی وجہ یہی کہ ان کو سچائی نہیں جانتے کہ ایسا آسمان سے نہیں اترتا اس عقیدہ کی وجہ یہی تھی تو اصل جہنم ہے کہ ابھی طبع خام میں مسلمان گرفتار ہیں یہ سراسر یہودیوں کا رنگ ہے غیر اس آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیش گوئی پوری ہو گئی۔ مہر۔

و دنیا میں ایک تو ان ہی ہر جس نے خدا کی ذات اور صفات کو خدا کے لئے قانون قدرت کے مطابق ظاہر کیا ہے جو خدا کے فعل کی دنیا میں یا جاتا ہے اور جو انسانی فطرت اور انسانی ضمیر میں منقوش ہے عیسائی صاحبِ کمال خدا صفت ایزد کے درجوں میں مجوس ہو اور جس تک انجیل میں پہنچی وہ اس خدا پر ہے لیکن جس خدا کو قرآن شریف پیش کرتا ہے اس کوئی شخص ذی عقل جس کے بغیر نہیں اس لئے سچا خدا ہی تھا جس کو قرآن نے پیش کیا ہے جسکی شہادت انسانی فطرت اور قانون قدرت سے رہا ہے۔ مہر۔

برکت سے تمام رسولوں کو متفرق کمالات اپنے اندر جمع کر سکتے ہو اور تم صرف ایک نبی کو کمالات حاصل کرنا کفر جانتے ہو۔

غرض آپ پر لازم ہے کہ اس راہ کی طرف توجہ کر دیں کہ ایک سچا مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے شناخت ہو سکتا ہے پس یاد رہے کہ یہی سچا مذہب جس کے ذریعہ سے خدا کا پتہ لگتا ہے دوسرے مذاہب میں صرف انسانی کوششیں پیش کی جاتی ہیں گو یا انسان کا خدا پر احسان ہے جو اس نے اس کا پتہ دیا مگر اسلام میں خود خدا تعالیٰ ہر ایک زمانہ میں اپنی انامو جو کی آواز سے اپنی ہستی کا پتہ دیتا ہے جیسا کہ اس زمانہ میں بھی وہ مجسمہ ظاہر ہوا پس اس رسول پر ہزاروں سلام اور برکات جس کے ذریعہ سے ہم نے خدا کو شناخت کیا۔

بالآخر میں دوبارہ انفسوس سے کہتے ہیں کہ آپ کا یہ قول کہ حضرت مریم کا سخت بارون ہونا آپ پر بد اثر ڈالتا ہے۔ میری نگاہ میں آپ کی بہت ناواقفیت ظاہر کرتا ہے۔ اس بیہودہ اعتراض پر پہلے غلام نے ہی بہت کچھ لکھا ہے۔ اگر استعارہ کے رنگ میں یا ادبنا پر خدا تعالیٰ نے مریم کو بارون کی ہمیشہ ٹھہرایا تو آپ کو اس سے کیوں تعجب ہوا جبکہ قرآن شریف بجائے خود بار بار بیان کر چکا ہے کہ بارون نبی حضرت موسیٰ کے وقت میں تھا اور یہ مریم حضرت عیسیٰ کی والدہ تھی۔ جو چودہ سو برس بعد بارون کے پیدا ہوئی تو کیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان واقعات سے بے خبر ہو اور نعوذ باللہ اس نے مریم کو بارون کی ہمیشہ ٹھہرانے میں غلطی کی ہو کس وجہ کو خبیث طبع یہ لوگ مین کہ بیہودہ اعتراض کہہ کر غرض ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ مریم کا کوئی بھائی ہو جس کا نام بارون ہو۔ عدم علم سے عدم شے تو لازم نہیں آتا۔ اگر یہ لوگ اپنی گریبان میں منہ نہیں ڈالتے اور نہیں دیکھتے کہ انجیل کس قدر اعتراضات کا نشانہ ہو دیکھو یہ کس قدر اعتراض ہے کہ مریم کو میکیل کی نذر کر دیا گیا تھا تا وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو اور تمام عمر خداوند کرے لیکن جب چھ برسات مسینہ کا حل نمایاں ہو گیا تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسف نام ایک نجار سے نکاح کر دیا اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ کے بعد مریم کو بیٹا پیدا ہوا وہی عیسیٰ یا مسیح کے نام سے موسوم ہوا۔ اب اعتراض یہ ہے کہ اگر حقیقت معجزہ کے طور پر یہ حمل تھا۔ تو کیوں منع حمل تک مہرب نہیں کیا گیا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عہد تو یہ تھا کہ مریم مدت العمر میکیل کی خدمت میں رہی۔ پھر کیوں عہد شکنی کر کے اور اس کو خدمت بیت المقدس سے الگ کر کے یوسف نجار کی بیوی بنایا گیا۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ تو ریت کی ٹوسے بالکل حرام اور ناجائز تھا کہ حمل کی حالت میں کسی عورت کا نکاح کیا جائے پھر کیوں خلافت حکم تو ریت مریم کا نکاح عین حمل کی حالت میں یوسف سے کیا گیا حالانکہ یوسف اس نکاح سے ناراض تھا اور اس کی پہلی بیوی موجود تھی وہ لوگ حج اعدا و زواج سے منکر ہیں شاید ان کو یوسف کے اس نکاح کی اطلاع نہیں۔ غرض اس جگہ ایک معترض کا حق ہے کہ وہ یہ گمان کرے کہ اس نکاح کی یہی وجہ تھی کہ قوم کے بزرگوں کو مریم کی نسبت ناجائز حمل کا شبہ پیدا ہو گیا تھا اگرچہ تم قرآن شریف کی تعلیم کے ارو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حمل محض خدا کی قدرت سے تھا تا خدا تعالیٰ یہودیوں کو قیامت کا نشان دے اور جس حالت میں برسات کے دنوں میں ہزار ہا گھرے کوڑے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں اور حضرت آدم ہی بغیر ان باپ کے پیدا ہوئے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس پیدائش سے کوئی بزرگی ان کی ثابت نہیں ہوتی بلکہ بغیر باپ کے پیدا ہونا بعض قوی سے محروم ہونے پر دلالت کرتا ہے قصہ حضرت مریم کا نکاح محض شبہ کی وجہ سے ہوا تھا ورنہ جو عورت بیت المقدس کی خدمت کرنے کے لئے نذر ہو چکی تھی۔ اس کے نکاح کی کیا ضرورت تھی انفسوس اس نکاح سے بڑے فتنے پیدا ہوئے اور یہود نابکار نے ناجائز تعلق کے شبہات شائع کئے پس اگر کوئی اعتراض قابل حل ہو تو یہ اعتراض ہو کہ مریم کا بارون بھائی قرار دینا کچھ اعتراض ہے۔ قرآن شریف میں تو یہ ہی لفظ نہیں کہ بارون نبی کی مریم ہمیشہ تھی صرف بارون کا نام ہی نبی کا لفظ و ہاں موجود نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہودیوں میں یہ رسم تھی کہ نبیوں کے نام تبرکاً

خدا کی استی پر پورا یقین حاصل ہو۔ اور پھر پوری محبت ہو۔۔۔۔۔ اب
دیکھنا چاہیے کہ کونسا مذہب اور کونسی کتاب ہے جس کے ذریعہ سے یہ غرض حاصل ہو سکتی ہے۔ انجیل تو
صاف جواب دیتی ہے کہ مکالمہ اور مخاطبہ کا دروازہ بند ہے اور یقین کر لی کہ زمین مسدود ہیں اور جو کچھ نواوہ
پہلے ہو چکا اور اگر کچھ نہیں مگر تعجب کہ وہ خدا جو اتنا پاک اس زمانہ میں بھی سنتا ہے وہ اس زمانہ میں بولنے
سے کیوں عاجز ہو گیا ہے کیونکہ اس اعتقاد پر تسلی پکڑ سکتے ہیں کہ پہلے کسی زمانہ میں وہ بولتا بھی تھا اور سنتا
بھی مگر اب وہ صرف سنتا ہے مگر بولتا نہیں ایسا خدا کس کام کا جو ایک انسان کی طرح جو بڑھا ہو کر بعض
قوی اس کے بیکار ہو جاتے ہیں امتداد زمانہ کی وجہ سے بعض قوی اس کے بھی بیکار ہو گئے اور نیز ایسا
خدا کس کام کا کہ جب تک تکلیفی سے باز نہ کر اس کو کوڑو نہ لگین اور اس کے منہ پر حقو کا نہ جاو اور چند
روز اس کو حوالات میں نہ رکھا جاوے اور آخر اس کو صلیب پر نہ کھینچا چلے۔ تب تک وہ اپنے بندوں
کے گناہ نہیں بخش سکتا ہم تو ایسے خدا سے سخت بیزار ہیں جس پر ایک ذلیل قوم یہودیوں کی جو اپنی حکومت
ہی کہو بیٹھی تھی غالب آگئی ہم اس خدا کو سچا خدا جانتے ہیں جس نے ایک لمحہ کے غریب بیکس کو اپنا بی
بنار اپنی قدرت اور غلبہ کا جلوہ اسی زمانہ میں تمام جہان کو دکھا دیا یہاں تک کہ جب شاہ ایران نے ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے اپنے سپاہی بھیجے تو اس قادر خدا نے اپنی رسول کو فرمایا کہ سپاہیوں
کو کہدے کہ آج رات میرے خدا نے تمہارے خداوند کو قتل کر دیا ہے اب دیکھنا چاہیے کہ ایک طرف
ایک شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہے اور آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ رومی کا ایک سپاہی اس کو گرفتار
کے ایک دو گھنٹہ میں جیل خانہ میں ڈال دیتا ہے اور تمام رات کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں
اور دوسری طرف وہ مروہے کہ صرف رسالت کا دعویٰ کرتا ہے اور خدا اس کے مقابلہ پر بادشاہوں
کو ہلاک کرتا ہے یہ مقولہ طالب حق کے لئے نہایت نافع ہے۔ مگر بار غالب شو کہ تا غالب شوی ہم
ایسے مذہب کو کیا کریں جو مردہ مذہب ہے۔ ہم اپنی کتاب کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو مردہ کتاب ہے اور ہمیں ایسا
خدا کیا فیض پہنچا سکتا ہے۔ جو مردہ خدا ہے۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے
کہ میں اپنے خدا کے پاک کے یقینی اور قطعی مکالمہ سے مشرف ہوں اور قریباً ہر روز مشرف ہوتا ہوں اور
وہ خدا جس کو یسوع مسیح کہتا ہے کہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس نے مجھے نہیں
چھوڑا۔ اور مسیح کی طرح میرے پر ہی بہت حملہ ہوئے ہیں۔ مگر ہر ایک حملے میں دشمن ناکام رہا اور مجھے چھپانی
دینے کے لئے منصوبہ کیا گیا۔ مگر میں مسیح کی طرح صلیب پر نہیں چڑھا بلکہ ہر ایک بلا کے وقت میرے
خدا نے مجھے بچایا اور میرے لئے اس نے بڑے بڑے معجزات دکھلائے اور بڑے بڑے قوی ہاتھ
دکھلائے اور ہزار ہا نشانوں سے اس نے مجھے ثابت کر دیا کہ خدا وہی خدا ہے جس نے قرآن کو نازل کیا اور
جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور میں عیسیٰ مسیح کو ہرگز ان امور میں اپنی پرکولی زیادت نہیں دیکھتا
یعنی جیسے اس پر خدا کا کلام نازل ہوا ایسا ہی مجھے پر ہی ہوا اور جیسے اس کی نسبت معجزات منسوب کئے
جائے ہیں میں یقینی طور پر ان معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں بلکہ ان سے زیادہ۔ اور یہ تمام شرف
مجھے صرف ایک نبی کی پیروی سے ملا ہے جس کے دراج اور مراتب دنیا بے خبر ہے یعنی تینا حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ عجیب ظلم ہے کہ جہاں اور زمانہ ان لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے حالانکہ
زندہ ہونے کے علامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں آتا ہوں وہ خدا جس کو دنیا نہیں جانتی ہم نے
اس خدا کو اس کے نبی کے ذریعہ سے دیکھ لیا اور وہ وحی الہی کا دروازہ جو دوسری قوموں پر بند ہے۔ ہمارے
پر کھلی ہوئی ہے کہ اس کے کھلنے پر وہ معجزات جو غیر قومیں صرف قصوں اور کہانیوں کے طور پر بیان
کرتے ہیں ہم نے اس نبی کو ذریعہ سے وہ معجزات بھی دیکھ لئے اور ہم نے اس نبی کا وہ مرتبہ پایا جس کے گے
کوئی مرتبہ نہیں۔ مگر تعجب کہ دنیا اس سے بے خبر ہے مجھے کہتے ہیں کہ مسیح موعود ہو گیا کیوں دعویٰ
کیا مگر میں سچ کہتا ہوں کہ اسی نبی کی کامل پیروی سے ایک شخص جسے بھی بڑھ کر کہہ سکتا ہے۔ دنیا
کے میں کہہ سکتا ہے میں کہتا ہوں کہ تم خدا کا نام سے بے نصیب ہو چکے کیا جانتے ہو کہ کفر کیا چیز ہے کفر خود
تمہارا اندر ہے کہ اس آیت کے لئے میں کہ اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت
علیہم۔ تو ایسا کفر منہ پر نہ لگائے۔ خدا ان کو تیس یا تیر خیریت دیتا ہے کہ تم اس رسالت کی کامل پیروی کی

خاتمہ سالہ نجات حقیقی کے بیان میں

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس رسالہ کے اخیر میں نجات حقیقی کا کچھ ذکر کیا جاوے گا کیونکہ تمام اہل علم کا کسی مذہب کی پیروی سے ہی مدعا اور مقصد ہے کہ نجات حاصل ہو مگر افسوس کہ اکثر لوگ نجات کے حقیقی معنوں سے بے خبر اور غافل ہیں عیسائیوں کے نزدیک نجات کے یہ معنی ہیں کہ گناہ کے مواخذہ سے رہائی ہو جائے لیکن مدعا نجات کے معنی نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ ایک شخص نہ ناساگر نہ چوری کرے نہ جھوٹی گواہی نہ خون کرے اور نہ کسی اور گناہ کا جہان تک اس کو علم ہے ارتکاب کرے اور باہیں ہمہ نجات کی کیفیت سے بے نصیب اور محروم ہو کیوں کہ مدعا اصل نجات اس دائمی خوشحالی کو حصول کا نام ہے جسکی بجائے اور پیاس انسانی فطرت کو لگا دینا جو جو معنی خدا تعالیٰ کی فانی محبت اور اس کی پوری معرفت اور اس کے پورے تعلق کے بعد حاصل ہوتی ہے جس میں شرط ہے کہ دونوں طرف سے محبت خوش ہائے لیکن بسا اوقات انسان اپنی غلط کاریوں سے ایسی چیزوں میں اپنی اس خوشحالی کو طلب کرتا ہے کہ جس سے آخر کار تکلیف اور ناخوشی اور بدی برصتی ہو چنانچہ اکثر لوگ دنیا کی نفسانی عیاشیوں میں اس خوشحالی کو طلب کرتے ہیں اور دن رات مخموری اور شہوات نفسانیہ کا شغل رکھ کر انجام کار طبع کی ہلکاء امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور آخر کار سکتہ فانیع ریشہ اور کبر اور یا انتریلوں یا جگر کے پھوڑوں میں مبتلا ہو کر یا لکڑیاں یا سوزاک کی قابل شرم مرض سے اس جہان سے رخصت ہوتے ہیں اور عیاش اس کے کان کی قوتیں قبل از وقت تحلیل ہو جاتی ہیں اس لئے وہ طبیعت سے ہی بے نصیب رہتے ہیں اور انجام کار ان کو اس بات کا پتہ لگ جاتا ہے کہ جن چیزوں کو انہوں نے اپنی خوشحالی کا ذریعہ سمجھا تھا اور اصل ہی چیزیں ان کی ہلاکت کا موجب تھیں اور بعض لوگ دنیوی عزت اور نام وری کے برعکس اور رات نامناسب کے طلب کرنے میں اپنی خوشحالی دیکھتے ہیں اور اپنی زندگی کو اصل مطلب سے آٹھارہ ہتھ پڑھتے ہیں لیکن آخر کار وہ بھی حسرت سے مرتے ہیں اور بعض اسی خواہش سے دنیا کا مال اکٹھا کرتے رہتے ہیں کہ شاید اسی میں خوش حالی پیدا ہو مگر انجام یہ ہوتا ہے کہ اس اپنی تمام اذوقہ کو چھوڑ کر بڑے درد اور دکھ کے ساتھ اور بڑی لمخوں کے ساتھ موت کا پیالہ پیتے ہیں سو طالب حق کو کبھی جو قابل غور سوال ہو وہ یہی سوال ہو کہ کبھی خوش حالی کیوں کر حاصل ہو جو دائمی مسرت اور خوشی کا موجب ہو اور درحقیقت یہی مذہب کی ہی نشانی ہے کہ وہ اس خوش حالی تک پہنچا دے جو ہم تو ان شریف کی بدلتے اس دقیق درویشی تک پہنچتے ہیں کہ وہ ابدی خوش حالی خدا کی فیض معرفت اور پر اس یگانہ کی پاک اور کامل اور ذاتی محبت اور کامل ایمان میں ہو جو دل میں عاشقانہ بیقراری پیدا کرے یہ چند لفظ کہنے کو نبوت تو دور ہیں لیکن ان کی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔

یاد رہے کہ صحیح معرفت حضرت عزت جل شانہ کی کئی نشانیاں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی قدرت اور توحید اور علم اور ہر ایک خوبی اور صفت پر کوئی دغ نقص نہ لگایا جائے کیونکہ جس ذات کا ذرہ ذرہ پر حکم ہے اور جس کے تصرف میں تمام فوجیں روحوں کی اور تمام مکمل زمین و آسمان کی ہو وہ اگر اپنی قدرت اور حکمت اور قوتوں میں ناقص ہو تو اس عالم جمالی اور روحانی کا کلام چل ہی نہیں سکتا اگر نعوذ باللہ یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ذات اور ان کی تمام طاقتیں اور ارواح اور ان کی تمام قوتیں خود بخود ہیں تو مانتا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا علم اور توحید اور قدرت تینوں ناقص ہیں۔ وجہ یہ کہ اگر تمام ارواح اور ذرات خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے پیدا شدہ ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمیں اس بات کا یقین ہو کہ خدا تعالیٰ کو ان کے اندرونی حالات کا علم ہو اور جبکہ اس کے علم پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ اس کے برخلاف دلیل قائم ہو تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہماری طرح خدا تعالیٰ ہی ان چیزوں کی اصل گنہ سے بے خبر ہو اور اس کا علم ان کے پوشیدہ در پوشیدہ اسرار پر محیط نہیں ہو مگر ظاہر ہو کہ جیسے مثلاً ایک عمارت اپنے ہاتھ سے طیار کیجاتی ہو یا اپنی نظر کو سامنے ایک شہر تیار کر دیاں یا چند دواؤں کا عرق طیار کیا جاتا ہے تو بوجہ اس کے کہ ہم خود

رکھتے جاتے تھے سو قرین قیاس ہو کہ مریم کا کوئی بھائی ہو گا جس کا نام ہارون ہو گا اور اس بیان کو محل اعتراض سمجھنا سراسر حماقت ہے۔

اور قصہ اصحاب کہف وغیرہ اگر یہودیوں اور عیسائیوں کی پہلی کتابوں میں بھی ہو اور اگر فرض کریں کہ وہ لوگ ان قصوں کو ایک فرضی قصے سمجھتے ہوں تو اس میں کیا حرج ہے کہ آپ کو یاد ہو کہ ان لوگوں کی مذہبی اور تاریخی کتاب میں اور خود ان کی آسمانی کتاب میں تاریخی میں پڑی ہوئی ہیں آپ کو اس بات کا علم نہیں کہ یورپ میں ان کتابوں کے بارے میں آج کل کس قدر مہم ہو رہی ہے اور یہ مہم عیسائیوں خود بخود اسلام کی طرف آتی جاتی ہیں اور بڑی بڑی کتابیں اسلام کی حمایت میں تالیف ہو رہی ہیں چنانچہ کئی انگریز امریکہ وغیرہ ممالک کے ہمارے سلسلہ میں داخل ہو گئے ہیں آخر جو ٹکٹ کب تک چھپا رہا پھر سوچئے کہ مقام ہے کہ وحی الہی کو ایسی کتابوں کی اقتباس کی کیا ضرورت پیش آتی ہوتی خوب یاد رکھو کہ یہ لوگ اندھے ہیں اور ان کی تمام کتابیں اندھی ہیں تعجب کہ جس حالت میں قرآن شریف ایسے جزیرہ میں نازل ہوا جس کے لوگ عموماً عیسائیوں اور یہودیوں کی کتابوں سے بے خبر تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود آتی تھے تو پھر یہ تعجب انجناٹ پر لگنا کہ ان لوگوں کا کام ہے جو خدا سے بالکل بے خوف ہیں اگر ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ پر کس قدر اعتراض ہوں گے جنہوں نے ایک اسرائیلی فاضل سے توبیت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا۔ اور یہودیوں کی تمام کتابوں ظالمہ وغیرہ کا مطالعہ کیا تھا اور جن کی انجیل درحقیقت بائبل اور ظالمہ کی عبارتوں سے ایسی پر ہے کہ ہم لوگ محض قرآن شریف کے ارشاد کی وجہ سے ان پر ایمان لاتے ہیں نہ انجیل کی نسبت بڑے شہادت پیدا ہوتے ہیں اور افسوس کہ انجیلوں میں ایک بات بھی ایسی نہیں کہ جو بلفظ پہلی کتابوں میں موجود نہیں اور پر اگر قرآن نے بائبل کی متفقہ سیجائیوں اور صد اقول کو ایک جگہ جمع کر دیا تو اس میں کون سا استعنا و عقلی ہوا اور کیا غضب آگیا۔ کیا آپ کے نزدیک محال ہے کہ یہ تمام قصے قرآن شریف کے بذریعہ وحی کے لئے گئے ہیں جبکہ ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاحب وحی ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت ہے اور آپ کی نبوت حق کے انوار و برکات اب تک ظہور میں آ رہے ہیں تو کیوں شیطانی وساوس دل میں داخل کئے جائیں کہ نعوذ باللہ قرآن شریف کا کوئی قصہ کسی پہلی کتاب یا کتب سے نقل کیا گیا ہے کیا آپ کو خدا تعالیٰ کو جو میں کچھ شک ہے یا آپ اس کو علم غیب پر قادر نہیں جانتے اور میں بیان کر چکا ہوں کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا کسی کتاب کو اصلی قرار دینا اور کسی کو فرضی سمجھنا یہ سب بے بنیاد خیالات ہیں نہ کسی نے اصلی کی اصلیت کا ملاحظہ کیا اور نہ کسی نے جل ساز کو پکڑا۔ اس کی نسبت خود لورڈ کے محققین کی شہادتیں ہمارے پاس موجود ہیں ایک اندھی قوم ہے جن میں ایمانی روشنی باقی نہیں رہی اور عیسائیوں پر تو نہایت ہی افسوس ہے جنہوں نے طبیعت اور فلسفہ پڑھ کر دبو دیا۔ ایک طرف تو آسمانوں کے منکر میں اور ایک طرف حضرت عیسیٰ کو آسمان پر بٹھاتے ہیں سچ تو یہ ہے کہ اگر یہودیوں کی پہلی کتابیں سچی ہیں تو ان کی بنا پر حضرت عیسیٰ کی نبوت ہی ثابت نہیں ہوتی مثلاً سچے مسیح موعود کے لئے جس کا حضرت عیسیٰ کو دعویٰ ہو۔ ملکی نبی کی کتاب کے روسے یہ ضروری تھا کہ اس سے پہلے الیاس نبی دوبارہ دنیا میں آتا۔ مگر الیاس تو اب تک آیا درحقیقت یہودیوں کی طرف سے یہ بڑی جھٹ ہے جس کا جواب حضرت عیسیٰ صفائی سے نہیں دے سکے یہ قرآن شریف کا حضرت عیسیٰ پر احسان ہے جو ان کی نبوت کا اعلان فرمایا۔ اور کفارہ کا مسئلہ تو حضرت عیسیٰ نے آپ کو رد کر دیا ہے جیسا کہ میری یونس نبی کی مثال ہے جو تین دن زندہ مچھلی کے پیٹ میں رہا اب اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت صلیب پر مر گئے تھے تو ان کو یونس سے کیا شہادت اور یونس کو ان سے کیا نسبت اس تمیز سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر مرے نہیں صرف یونس کی طرح بے ہوش ہو گئے تھے اور نہ خرم عیسیٰ جو قرآن تمام طبی کتابوں میں پایا جاتا ہے اس کے عنوان میں لکھا ہے کہ یہ نسخہ حضرت عیسیٰ کے لئے طیار کیا گیا تھا۔ یعنی ان کی چونٹوں کے لئے جو صلیب پر لگی تھیں۔ اگر درخانہ کس است ہم قدریں است۔

اُس نسخہ کے بنانے والے میں ہمیں ان تمام دواؤں کا پورا علم ہوتا ہے اور ہم بخوبی جانتے ہیں کہ یہ فلاں اور فلاں فلان وزن کے ساتھ اس مقصد کے لئے بنائی گئی ہے لیکن اگر کوئی عرق یا گولیاں یا شربت ایسا جھسول اٹکھنے پر جس کو ہم نے بنایا نہیں اور نہ ہم ان اجزاء کو جدا جدا کر سکتے ہیں تو ہم ضرور ان دواؤں سے بے خبر ہوں گے اور یہ بات تو بدیہی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو ذرات اور ارواح کا بنانا والا بن لیا جائے تو ساتھ ہی ماننا پڑے گا کہ بالضرور خدا تعالیٰ کو ان تمام ذرات اور ارواح کی پوشیدہ قوتوں اور طاقتوں کا علم بھی ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ وہ خود ان قوتوں اور طاقتوں کا بنانا والا ہے اور بنانا والا اپنی بنائی ہوئی چیز سے بے خبر نہیں ہوتا لیکن اگر یہ صورت ہو کہ وہ ان قوتوں اور طاقتوں کا بنانا والا نہیں ہے تو کوئی برہان اس پر قائم نہیں ہو سکتی کہ اس کو ان تمام قوتوں اور طاقتوں کا علم بھی ہے۔ اگر تم بغیر دلیل کے کہو کہ اس کو علم ہے تو یہ ایک شکم ہے اور محض ایک دعوے ہے لیکن جیسا کہ یہ دلیل ہمارے ہاتھ میں ہے کہ بنانا والا ضرور اپنی بنائی ہوئی چیز کا علم رکھتا ہے اس کے مقابل پر کوئی دلیل آپ کے ہاتھ میں ہے کہ جو چیزیں اپنے ہاتھ سے خدا تعالیٰ نے بنائی ہیں اس کو ان کی تمام پوشیدہ قوتوں اور طاقتوں کا علم ہے کیونکہ وہ چیزیں خدا تعالیٰ کو وجود کا عین تو نہیں تاجیسا کہ اپنے وجود پر اطلاع ہوتی ہے ان پر بھی اطلاع ہو بلکہ وہ تمام چیزیں اگر یہ علاج کے اعتقاد کے روئے اپنے وجود کی آپ ہی خدا میں اور آپ ہی نادوی اور قدیم ہیں اور جو غیر مخلوق اور قدیم ہونے کے پریشہ سے ایسی بے تعلق ہیں کہ اگر اُس پریشہ کا مرنا ہی فرض کر لیں تو ان چیزوں کا کچھ بھی حرج نہیں کیوں کہ جس حالت میں پریشہ ان قوتوں اور طاقتوں کا پیدا کرنے والا نہیں تو وہ چیزیں اپنی بقا میں بھی پریشہ کی محتاج نہیں جیسا کہ اپنے پیدا ہونے میں محتاج نہیں اور خدا تعالیٰ کے دو نام ہیں ایک حقیقی۔ دوسرا قیوم۔ حقیقی کے یہ معنی ہیں کہ خود بخود زندہ اور دوسری چیزوں کو زندگی بخشنے والا۔ اور قیوم کے یہ معنی ہیں کہ ذات میں آپ قائم اور اپنی پیدا کردہ چیزوں کو اپنے سہارے سے باقی رکھنے والا۔ پس خدا تعالیٰ کے نام قیوم سے وہ چیز فائدہ اٹھا سکتی ہے جو پہلے اس سے اس کے نام حقیقی سے فائدہ اٹھا چکی ہو کیونکہ خدا تعالیٰ اپنی پیدا کردہ چیزوں کو سہارا دیتا ہے نہ ایسی چیزوں کو جن کے وجود اور حقیقی کو اس کا ہاتھ ہی نہیں چھوڑا۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کو حقیقی پیدا کرنا چاہتا ہے اسی کا حق ہے کہ اس کو قیوم ہی مانے یعنی اپنی پیدا کردہ کو اپنی ذات سے سہارا دیتے والا۔ لیکن جو شخص خدا تعالیٰ کو حقیقی پیدا کرنے والا نہیں جانتا۔ اس کا حق نہیں ہے کہ اس کی نسبت یہ اعتقاد رکھے کہ وہ ان چیزوں کو ان کے رہنے میں سہارا دیتے والا ہے کیوں کہ سہارا دینے کے یہ معنی ہیں کہ اگر اس سہارا نہ ہو وہ چیزیں معدوم ہو جائیں اور ظاہر ہے کہ جن چیزوں کا اس کی طرف سے وجود نہیں وہ چیزیں اپنے بقائے وجود میں اس کی محتاج بھی نہیں ہو سکتیں اور اگر وہ بقائے وجود میں محتاج ہیں تو اس وجود کو پیدا کرنے میں ہی محتاج ہیں۔ غرض خدا تعالیٰ کے یہ دونوں اسم حقیقی و قیوم اپنی تاثیر میں ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں کبھی علیحدہ علیحدہ نہیں ہو سکتے پس جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا و وحی اور ذرات کا پیدا کرنے والا نہیں وہ اگر عقل اور سمجھ سے کچھ کام لیں تو ان کو اقرار کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ ان چیزوں کا قیوم ہی نہیں یعنی وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ خدا تعالیٰ کے سہارے سے ذرات یا ارواح پیدا ہوئے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے سہارے کی محتاج وہ چیزیں ہیں جو اس کی پیدا کردہ ہیں۔ غیر کہ جو اپنے وجود میں اس کا محتاج نہیں اس کے سہارے کی نہیں حاجت پڑ گئی۔ یہ دعویٰ بے دلیل ہے اور ہم وہی یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ اگر ذرات اور ارواح قدیم سے نادوی اور خود بخود مانا جائے تو اس بات پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی کہ خدا تعالیٰ کو ان کے پوشیدہ خواص اور دقیق و دقیق طاقتوں اور قوتوں کا علم ہے اور یہ کہنا کہ چونکہ وہ ان کا پریشہ ہے اس لئے اس کو ان کے پوشیدہ خواص اور طاقتوں کا علم ہے یہ صرف ایک دعویٰ ہے۔ جیسے کوئی دلیل قائم نہیں کی گئی اور کئی برہان پیش نہیں کی گئی اور نہ کوئی رشتہ عبودیت اور کعبیت کا ثابت کیا گیا

بلکہ وہ ان کا پریشہ ہی نہیں بھلا جس کوئی رشتہ خالق ہونے کا ذرات اور روحوں میں وہ ان کا پریشہ ہے اور ہوا اور کن معنوں سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ روحوں اور ذرات کا پریشہ ہے اور یہ اضافت کس بنا پر ہو سکتی ہے کہ خدا و روحوں اور ذرات کا پریشہ ہے یا تو اضافت ملک کی ہوتی ہے جیسے کہ جادو کہ غلام زید یعنی زید کا غلام۔ سو ملوک ہونے کی کوئی وجہ چاہیں اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ کیوں آزاد چیزوں کو جو اپنے قوی قدیم سے آپ رکھتی ہیں۔ پریشہ کی بلا وجہ ملک قرار دیا جائے اور یہ اضافت کسی رشتہ کی وجہ سے ہوتی ہے جیسا کہ کہا جائے کہ پریشہ لیکن جیکہ ارواح اور ذرات کا پریشہ کے ساتھ کوئی رشتہ عبودیت اور ربوبیت نہیں تو یہ اضافت بھی ناجائز ہے اور اس حالت میں یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ایسے بے تعلق روحوں کے لئے نہ تو پریشہ کا وجود بھی کچھ مفید ہے اور نہ اس کا عدم کچھ مضر ہے بلکہ ایسی حالت میں نجات جس کو آپہ علاج والے مکتی کہتے ہیں بالکل غیر ممکن اور متعین امر ہے کیوں کہ نجات کا تمام دار خدا تعالیٰ کی محبت ذاتیہ پر ہے اور محبت ذاتیہ اس محبت کا نام ہے جو روحوں کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوق پر پھر جس حالتیں ارواح پریشہ کی مخلوق ہی نہیں ہیں تو پھر ان کی فطرتی محبت پریشہ سے کیوں کر ہو سکتی ہے اور کب اور کس وقت پریشہ ان کی فطرت کے اندر ہاتھ ڈال کر یہ محبت اس میں رکھ دی یہ تو غیر ممکن ہے وجہ یہ کہ فطرتی محبت اس محبت کا نام ہے جو فطرت کے ساتھ ہمیشہ سے لگی ہوئی ہوا اور پیچھے سے لاحق نہ ہو جیسا کہ اسی کی طرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ اس کا یہ قول ہے۔ **الست بودیکہ**۔ قالو بلی۔ یعنی میں نے روحوں سے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا پیدا کنندہ نہیں ہوں تو روحوں نے جواب دیا کہ نہیں ہیں اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ انسانی روح کی فطرت میں یہ شہادت موجود ہے کہ اس کا خدا پیدا کنندہ ہے۔ پس روح کو اپنے پیدا کنندہ سے طبعاً و فطرتاً محبت ہے۔ اس لئے کہ وہ اسی کی پیدائش ہے اور اسی کی طرف اس دوسری آیت میں اشارہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فطرق اللہ الی فطر الناس علیہا**۔ یعنی روح کا خدا کے واحد لا شریک کا طلبگار ہونا اور بغیر خدا کے وصال کے کسی چیز سے سچی خوش حالی نہ پانا یہ انسانی فطرت میں داخل ہے یعنی خدا نے اس خواہش کو انسانی روح میں پیدا کر رکھا ہے جو انسانی روح کسی چیز سے تسلی اور سکینت بخیر وصال الہی کے نہیں پاسکتی پس اگر انسانی روح میں یہ خواہش موجود ہے تو ضرور ماننا پڑتا ہے کہ روح خدا کی پیدا کردہ ہے جس نے اس میں یہ خواہش ڈالی مگر یہ خواہش تو درحقیقت انسانی روح میں موجود اس سے ثابت ہوا کہ انسانی روح درحقیقت خدا کی پیدا کردہ ہے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر جو چیزوں میں کوئی ذاتی تعلق درمیان ہوا اسی قدر ان میں اس تعلق کی وجہ سے محبت ہی پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ ماں کو اپنے بچے سے محبت ہوتی ہے اور بچہ کو اپنی ماں سے کیونکہ وہ اس کے خون سے پیدا ہوا ہے اور اس کو دم میں پرورش پائی ہے پس اگر روح کو خدا تعالیٰ کے ساتھ کوئی تعلق پیدائش کا درمیان نہیں اور وہ قدیم سے خود بخود میں تو عقل قبول نہیں کر سکتی کہ ان کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی محبت ہو اور جب ان کی فطرت میں پریشہ کی محبت نہیں تو وہ کسی طرح نجات پا ہی نہیں سکتیں۔

اصل حقیقت اور اصل حشر و نجات کا محبت ذاتیہ ہے جو وصال الہی تک پہنچائی ہو وجہ یہ کہ کوئی محبت اپنے محبوب کے جہان میں رہ سکتا اور چوں کہ خدا خود ہے اس لئے اس کی محبت سے نور نجات پیدا ہو جاتا ہے اور وہ محبت جو انسان کی فطرت میں ہے جو خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت ذاتی انسان کی محبت ذاتی میں ایک خالق عادت جو ش بخشتی ہے اور ان دونوں محبتوں کے ملنے ایک نفاکی صورت پیدا ہو کر بقا بائند کا قود پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بات کہ دونوں مجتہد باجم لمنافرتی طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہے کہ ایسے انسان کا انجام فنا فی اللہ ہو اور خاکستر کی طرح یہ وجود ہو کر (جو حجاب کے) سراسر مشق الہی میں روح غرق ہو جائے۔ اس کی مثال وہ حالت ہے کہ جب انسان پر اسमान سے ماحق پڑتی ہے تو اس آگ کی کشش سے انسان کے بدن کی اندولی آگ کچھ بعد باہر آجاتی ہے تو اس کا نتیجہ جہان فنا ہوتا ہے پس دراصل یہ مدعا ہی موت بھی اسی طرح و قسم کی آگ کو چاہتی ہے ایک آسمانی آگ اور ایک اندرونی آگ اور دونوں کے ملنے سے وہ فنا پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے بغیر سلوک تمام نہیں ہو سکتا یہی فنا وہ چیز ہے جس

پرسا کھوں کا سلوک ختم ہو جاتا ہے اور جو انسانی مجاہدات کی آخری حد ہے۔ اسی فنکے بعد
 فضل اور محبت کے طور پر مرتبہ بقا کا انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ
 ہے صراط الذین انعمت علیہم اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو یہ مرتبہ ملا انعام
 کے طور پر ملا یعنی محض فضل سے نہ کسی عمل کا اجر۔ اور یہ عشق الہی کا آخری نتیجہ ہے جس سے ہمیشہ
 کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور موت کے نجات ہوتی ہے ہمیشہ کی زندگی جو خدا تعالیٰ کے کسی کا حق نہیں
 وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے پس انسان بننے سے اسی انسان کو یہ جاودانی زندگی ملتی ہے
 جو غیر دل کی محبت سے اپنا تعلق توڑ کر اور اپنی محبت ذاتی کے ساتھ خدا تعالیٰ میں فنا ہو کر غلطی
 طور پر اس سے حیات جاودانی کا حصہ لیتا ہے اور ایسے شخص کو مردہ کہنا ناروا ہے کیوں کہ وہ
 خدا میں ہو کر زندہ ہو گیا ہے۔ مردے وہ لوگ ہیں جو خدا سے دور رہ کر مر گئے۔ پس سخت کفر
 اور بے دین اور مشرک وہ لوگ ہیں جو بغیر ہائے محبت ذاتی اور وصال الہی کے تمام ارباب
 کی نسبت انادی اور قدیم زندگی کے قائل ہیں۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ کسی چیز کو جو خدا کے کوئی
 ہستی نہیں محض خدا ہے جس کا نام ہست ہے۔ پھر اس کے زیر سایہ ہو کر اور اس کی محبت
 میں محو ہو کر واصلوں کی روحیں حقیقی زندگی پاتی ہیں وہ اس کے وصال کے بغیر زندگی
 حاصل نہیں ہو سکتی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں انھیں کا نام مردے رکھتا ہے
 اور وہ فیض کی نسبت فرماتا ہے۔ **انہم من دات ربہم ما ذلزلہ**
جہنم لا یحوت فیہا الا یحیی۔ یعنی جو شخص مجرم ہونے کی حالت میں اپنے
 رب کو لیکھا۔ اس کے لئے جہنم ہے نہ اس میں مر گیا اور نہ زندہ رہ گیا۔ یعنی اس لئے نہیں مر گیا
 کہ واصل وہ تعبد الہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لہذا اس کا وجود ضروری ہے اور اس کو
 زندہ ہی نہیں کہہ سکتے کیوں کہ حقیقی زندگی وصال الہی سے حاصل ہوتی ہے اور حقیقی زندگی عین نجات
 اور وہ جو عشق الہی اور وصال حضرت عزت کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر غیر قوموں کو حقیقی
 زندگی کی تلاش ہی معلوم ہوتی۔ تو وہ بھی دھوئی نہ کرے کہ تمام ارباب خود بخود قدیم سے اپنا وجود
 رکھتی ہیں۔ اور حقیقی زندگی سے بہرہ ور ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ معلوم آسمانی مہین اور آسمان
 سے ہی نازل ہوتے ہیں اور آسمانی لوگ ہی ان کی حقیقت کو جانتے ہیں۔ اور دنیا ان سے بے خبر ہے
 اب ہم پر اصل مضمون کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ چشمہ نجات الہی کا وصال الہی
 ہے اور وہی نجات پاتا ہے کہ جہاں چشمہ سے زندگی کا پانی پیتا ہے اور وہ وصال میں نہیں آسکتا۔
 جب تک کہ کامل معرفت اور کامل محبت اور کامل صدق اور کامل ایمان نہ ہو اور کامل معرفت
 کی پہلی نشانی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے علم کامل پر کوئی داغ نہ لگا یا جائے اور ابھی ہم ثابت کر چکے
 ہیں کہ جو لوگ روح اور ذرات اجسام کو انادی اور قدیم جانتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کو کامل
 طور پر علم الغیب نہیں سمجھتے اسی وجہ سے فلاسفہ مثلاً یونان کے جو روحوں کو انادی اور قدیم
 سمجھتے تھے یہ عقیدہ رکھتے تھے جو خدا تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں۔ کیوں کہ جس حالت میں
 ارواح اور ذرات عالم قدیم اور انادی اور خود بخود ہیں اور ان کے وجود خدا تعالیٰ کی طرف سے
 نہیں ہیں تو کوئی دلیل اس پر قائم نہیں ہو سکتی کہ ان کی قدیم درو قیق طاقتوں اور قوتوں کا
 اور پوشیدہ اسرار کا خدا تعالیٰ کو علم ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ علم کامل جو آپسے ہاتھ سے ہٹائی ہوئی چیزوں
 کے پوشیدہ حالات کی نسبت آج تمام کیفیات اور تفصیلات کے ہو سکتا ہے۔ اس کے برابر ممکن
 نہیں کہ دوسری چیزوں کے پوشیدہ حالات تمام وکمال معلوم ہو سکیں بلکہ دوسرے علوم

میں خطا اور غلطی کا احتمال رہ سکتا ہے۔ پس اس جگہ روح اور ذرات کے ذاتی اور قدیم ہونے کے والوں
 کو اولاً نہ پڑتا ہے کہ وہ علم ارواح اور ذرات کا جو خدا تعالیٰ شان کے مناسب حال ہو یعنی جیسا کہ خدا کامل
 ہے وہ علم ہی کامل ہو یا اس عقیدہ کے رُوسے (جو روحوں اور ذرات کو قدیم اور انادی جانتے کا عقیدہ
 ہے) اس کے پریشکر کو حاصل نہیں اور اگر کوئی کہے کہ حاصل ہے تو یہ بار ثبوت الہی کے قوت سے
 کہ دلیل واضح ہے اس کو ثابت کرے نہ محض دعویٰ سے ظاہر ہے کہ جس حالت میں روحیں قدیم سے خود بخود
 اور اپنے وجود کی آپ خدائیں تو اس صورت میں گویا وہ تمام روحیں کسی علیحدہ محل میں مقفل قبضہ کے ساتھ
 رہتی ہیں اور پریشکر علیحدہ رہتا ہے کوئی تعلق درمیان نہیں اور اس امر کی وجہ یہ نہیں ہو سکتی کہ تمام روحیں
 تمام ذرات باوجود انادی اور قدیم اور خود بخود ہونے کے پریشکر کے ماتحت کیوں کر ہو سکیں کیا کسی مڑا کی اور
 جنگ کے بعد یہ صورت ممکن ہے کہ یا خود بخود روحیں کچھ مصالحت سوچ کر طاعت قبول کر لی اور جو
 ان کے عقیدہ کے پریشکر دیا کو اور دنیا کاری تو ضرور ہے۔ مگر ہم یہی وہ شرم کرتا ہے نہ انصاف۔ کیونکہ
 وہ محض اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کے لئے مکتی یافتہ روحوں کو ہمیشہ کے لئے نجات نہیں دیا وہ جبکہ ہمیشہ
 کیلئے خود کو بخیر و بد سے نواس سے لازم آتا ہے کہ کسی وقت تمام روحیں نجات پکے بار بار دنیا میں آئے
 ذراغت پاجاویں اور پریشکر کی یہ خواہش ہے کہ دنیا کا سلسلہ بھی جاری رہی تا اس کی حکومت کی طرف نہ رہی
 اس لئے وہ کسی روح کو ہمیشہ کی نجات دینا ہی نہیں چاہتا بلکہ کوئی روح اتوار یا رشی یا سہ کے درجہ تک
 بھی پہنچ گئی ہو پھر ہی بار بار اس کو اوکوں کے چکر میں ڈالتا ہے۔ مگر کیا ہم خداوند قادر اور کریم کی طرف ایسے
 صفات رذیلہ منسوب کر سکتے ہیں کہ ہمیشہ وہ اپنی بندوں کو دکھ دیکر خوش ہوتا ہے۔ مگر کسی آدمی تمام ان کو دنیا
 نہیں چاہتا۔ خدا کے قدس ہر پاک کی نسبت اس قدر بخل منسوب نہیں ہو سکتا۔ انیسویں ایسے بخل کی تعلیم
 عیسائیوں کی کتابوں میں بھی پائی جاتی ہے کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص عیسائی کو خدا جیسے کہے گا وہ
 جاودانی جہنم میں پڑے گا۔ مگر خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی بلکہ وہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ کفار ایک مدت گزار
 تک عذاب میں لائے اور وہ خدا تعالیٰ کو جسم سے صحران کے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ **بیاتی علی الجہنم زمان**
لیس فیہا احد و نسیم الصبا یخربک ابوہما۔ یعنی جہنم پر ایک ایسا زائداں لگا کہ انھیں کوئی ہی نہیں ہوگا اور نسیم
 صبا اس کے کوڑا ہلائیگی۔ اسی کی مطابق قرآن شریف میں آیت ہے **اکاماشا اور بدلت ان بدلت فعال کلما**
یوید۔ یعنی دوزخی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے لیکن جب خدا چاہے گا تو ان کو دوزخ سے مخلص کر دے گا کیونکہ تیرا رب جو
 چاہتا ہے کر سکتا ہے یہ تعلیم خدا تعالیٰ کی صفات کاملہ کی مطابق ہو کیوں کہ اس کی صفات جلالی ہی ہیں اور جلالی ہی
 اور وہی رزقی کرتا ہے اور ہم کو کھاتا ہے اور یہ بات نہایت نامعقول اور خدا عزوجل کی صفات کاملہ کے برخلاف
 ہے کہ دوزخ میں ڈالنے کے بعد ہمیشہ اس کے صفات قدرتی جلوه گر ہوتی ہیں اور کبھی صفت رحم
 اور حق کی جوش نہ مارے اور صفات کرم اور رحم کے ہمیشہ کے لئے معطل کی طرح وہ ہیں بلکہ جو خدا تعالیٰ نے
 اپنی کتاب عزیز میں فرمایا ہے اس معلوم ہوتا ہے کہ ایک مدت دراز تک جس کو انسانی کمزوری کے مناسب
 حال استعارہ کو رنگ میں ابھو کر نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ دوزخی دوزخ میں رہیں گے اور پھر صفت رحم اور
 کرم تجلی فرمائیگی۔ اور خدا اپنا ہاتھ دوزخ میں ڈالے گا اور جس قدر خدا کی مٹھی میں آجائیں گے سب دوزخ سے
 نکالے جائیں گے۔ پس اس حدیث میں بھی آخر کار سب کی نجات کی طرف اشارہ ہے کیونکہ خدا کی مٹھی خدا کی طرح
 غیر محدود ہے جس کو کوئی ہی باہر نہیں رہ سکتا۔ یہ یاد رہے کہ جس طرح تارے ہمیشہ نوبت بہ نوبت طلوع کر کے
 رہتے ہیں اسی طرح خدا کے صفات بھی اسی طرح ہیں کہ کبھی انھیں خدا کی صفات جلالیہ سے متصف اور ان کی
 پروردگار کے نیچے ہوتا ہے اور کبھی صفات جمالیہ پر توجہ اس پر پڑتا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
کل یوم ہونی شان۔ پس یہ سخت نادانی کا خیال ہے کہ ایسا گن کیا جاوے کہ بعد اس کو کہ مجرم لوگ دوزخ میں
 ڈال جائیں گے پھر صفات کرم اور رحم ہمیشہ کے لئے معطل ہو جائیں گی اور کبھی ان کی تجلی نہیں ہوگی کیونکہ صفات
 الہیہ تعطل متعہ ہو بلکہ حقیقی صفت خدا تعالیٰ کی محبت اور رحم کی اور وہی ہمہ الصفات اور وہی کبھی انسانی
 مصلحت کے لئے صفات جمالیہ اور غضبیہ کو رنگ میں جوش ماتی ہے اور جب اصلاح ہو جاتی ہے تو محبت اپنی رنگ میں
 ظاہر ہو جاتی ہے اور یہ بظہر مہر محبت ہمیشہ کے لئے رہتی ہے۔ خدا ایک چڑھے انسان کی طرح نہیں ہے جو خواہ خواہ
 غدا یہ دیکھ کر کاشاں ہو اور وہ کسی پر غم نہیں کرتا بلکہ لوگ اپنی پر آپ غم کرتی ہیں اس کی محبت میں تمام نجات

وہ انسان جو خود اپنے دہشت کی کمزوری کو ایسے اعمال بیان کر سکتا جن کو انسان اور غیر محدود و غنہ کے قوتاً
 ہو جائے اور بدینہ حصول ان نعمتوں کو بھی اور حقیقی نجات پائی نہیں سکتا اس انسان جب اپنی قوت اور طاقت کی
 حد تک مجاہدہ اور جہد کرتا ہے تب عنایت الہی اس کی کمزوری پر رحم کر کے محض فضل سے اس کی دھڑکی کو
 اور محنت کے طور پر وصال الہی کا وہ انعام اس کو دیتی ہے جو پہلو اس سے راستہ بڑوں کو دیا گیا تھا۔ منہ۔

وہ نجات سے لازم ہوتا ہے کہ سب لوگ ایک مرتبہ پر ہو جائیں گے۔ بلکہ بن لوگوں دنیاوی کو قیام کو لیا اور خدا کی محبت میں

[illegible]